OPEN ACCESS
MA‘ARIF-E-ISLAMI (AIOU)
ISSN (Print): 1992-8556
ISSN (Online): 2664-0171
https://mei.aiou.edu.pk

شرعی احکام میں "تلفیق" اور رخصتیں تلاش کرنے کا حکم

حافظ معظم شاہ
لیکچرار، شعبہ شریعہ، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد
ڈاکٹر حافظ غلام یوسف
پروفیسر/چیئرمین شعبہ شریعہ، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

Abstract

The followers of Shariah, in broader perspective, may be divided into two categories. One who have the qualification of Deduction from Quran and Sunnah or at least can fully understand the Ijtihadats (deductions) of the Imams and Mujtahideen. On the contrary there are those who lack this ability. Obviously the second one needs to follow the Ijtihadats (deductions) of the Imams and Mujtahideen.

Then there is difference of opinions about different issues in shariah and those who do not have sufficient knowledge of shariah are, according to some of the Scholars, supposed to follow one Mujtahid or Imam. If every person is allowed to follow any Mujtahid or Imam in one issue and other Imam in another issue,this will cause one to follow one’s desire resulting in going far away from the truth and true spirit of sharia. Therefore some of the jurists are of the view that only one imam may be followed at least in one specific issue.But sticking to One Imam’s Ijtihadats (deductions) in every field of life and not allowing following another in any case may also cause difficulty for the people. Therefore, there is need to know the permissibility, limits and rules of “talfeeq” that is the process of joining or combining the different opinions of Imams in a specific issue.

This article proceeds with definition of term "تلفيق" and the views of Fuqaha about it. The article also discusses different other Terms related to “Talfeeq” such as “إحداث قول ثالث” adopting a view other than adopted by classical Fuqaha (Scholars) in an issue and “الرخص”the optimal concessions. The study makes a comparative analysis of the views of scholars about the

issues related to these Terms. The study came up with several results about the issues and terms mentioned above.

issues related to these Terms. The study came up with several results about the issues and terms mentioned above.

اجتہاد و تقلید

شرعی مسائل میں تقلید ایک لازمی امر ہے کہ لوگ اپنی فطری استعداد اور دینی و دنیوی مصالح کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں کچھ مجتہدین ہیں اور کچھ عام لوگ ہیں جو شرعی مسائل میں مجتہدین کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ پھر

فقہاء کی فقہی آراء میں اختلاف کی وجہ سے اگر ہر آدمی آزاد ہو کہ کسی بھی عالم کے فتوی پر عمل کرے تو اس سے اتباع ہوی کا باب کھلنے کا خطرہ ہے کہ ہر آدمی جب چاہے کسی بھی مسئلے میں کسی بھی امام یا مجتہد کے قول کو اختیار کرے۔ لہٰذا اس بات کی تحقیق کی ضرورت ہے کہ کون سی صورتیں ہیں جن میں اس طرح کے مسائل پیش آسکتے ہیں اور قرآن وسنت کی روشنی میں ان کے احکامات کیا ہیں۔

اجتہاد اور تقلید کے اعتبار سے ایک قسم کے وہ لوگ ہیں جن کی 'احادیث پر گہری نظر ہے اور 'فقہ اور اصول فقہ میں اعلیٰ درجہ کی مہارت کی وجہ سے درجہ اجتہاد کو پہنچ چکے ہوں۔ اس قسم کے لوگ قرآن وحدیث سے براہ راست مسائل و احکام کا استنباط کرتے ہیں 'ان پر عمل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اپنی ارآء سے مستفید کرتے ہیں۔ دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو درجہ اجتہاد کو نہیں پہنچ سکے ان کی پھر دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ لوگ جو مجتہدین کی ارآء واقوال کو پڑھ کر علمی تمکنت کی وجہ سے ان کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ دوسری قسم میں پھر لوگوں کا دوسرا گروہ وہ ہے جو عامی مقلد ہوتا ہے اور مجتہدین کی ارآء ودلائل کا تجزیہ نہیں کر سکتا ہے اور نہ ہی مطلوبہ انداز میں سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

دوسری قسم کے وہ لوگ جو درجہ اجتہاد کو نہیں پہنچے ہوتے ان کیلئے لازم ہے کہ وہ کسی مجتہد کی اتباع کریں جیسا کہ علماء نے اس کی جابجا تصریح فرمائی ہے[1]۔

اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ"[2]۔

"سو پوچھ یاد رکھنے والوں سے اگر تم نہیں جانتے"۔

اگر کوئی شخص کسی ایک امام کی پیروی نہ کرے بلکہ اپنی مرضی یا اجتہاد سے مجتہدین کی آراء میں سے کسی رائے کو اختیار کر لیتا ہے یا اپنے اجتہاد کے نتیجے میں متقدمین کی آراء سے ہٹ کر کوئی رائے اختیار کرتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور کون اس کا اہل ہے؟ درج ذیل سطور میں ان ہی سوالات کا جواب دینے کی کوشش کی جائیگی۔

تلفیق

تلفیق کی لغوی تعریف

"لَفَقَ" "یلفِقُ" "باب "ضَرَبَ" سے۔ "کپڑے کے ایک حصے کو دوسرے حصے کے ساتھ ملا کر سینا"[3]۔

تلفیق کی اصطلاحی تعریف:

"الإتيانُ بِكيفيّة لا يَقُولُ بها مجتهدٌ"[4]۔

"ایسی کیفیت/صورت لانا جس کا کوئی بھی مجتہد قائل نہ ہو"۔

الموسوعۃ الفقہیہ میں تلفیق کی تعریف درج ذیل الفاظ میں کی گئی ہے:

"أخذُ صحةِ الفعلِ من مسلكين مَعاً بعدَ الحكمِ ببُطلانه على كلّ واحد منهُما بمُفرَدِه"۔

"کسی فعل کی صحت کا حکم دو (مختلف) مسالک سے بیک وقت لینا درانحالیکہ ہر مسلک میں الگ حیثیت میں اس فعل کے باطل ہونے پر حکم لگ چکا ہو"۔

یعنی ایک ہی مسئلے میں دو مختلف مسالک کے اقوال کو اختیار کرنا جس سے ایسی صورت وجود میں آجائے کہ جس کا کوئی بھی مجتہد قایل نہ ہو یعنی ایک قول ایک مسلک سے لیا اور اسی مسئلہ میں دوسرا قول دوسرے مسلک سے اختیار کیا جس سے مسئلہ معمول بہا اس طور پر سامنے آیا کہ اس کا کوئی بھی مجتہد قائل نہیں ہے۔

پہلی مثال

مثال کے طور پر ایک آدمی نے وضوء کیا اور وضوء کرنے کے بعد ایک اجنبی عورت کو چھو لیا جس سے شوافع کے ہاں اس کا وضوء ٹوٹ گیا جبکہ احناف کے ہاں اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ پھر اس شخص سے سبیلین کے علاوہ کسی اور جگہ سے خون نکل آیا جس سے احناف کے ہاں وضوء ٹوٹ جاتا ہے جبکہ شوافع کے ہاں نہیں ٹوٹتا۔

اب ہر مسلک نے الگ الگ حیثیت سے الگ الگ اسباب کی بناء پر اس کے وضوء کو ناقض قرار دے دیا لیکن اس نے اجنبی عورت کو چھونے سے وضوء نہ ٹوٹنے میں احناف کو قول پر عمل کیا اور خون نکلنے سے وضوء نہ ٹوٹنے میں شوافع کے قول پر عمل کیا اور نماز پڑھ لی۔ اب اس شخص پر یہ حکم لگایا جائے گا کہ اس نے تلفیق بین المسالک سے کام لیا ہے۔

دوسری مثال

مندرجہ بالا تعریف کی رو سے تلفیق کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اگر ایک مسئلے میں اختلاف ہے اور ایک مجتہد کا ایک قول ہے دوسرے کا دوسرا قول ہے پس اس صورت میں ان دونوں اقوال کو جوڑ کر ایک تیسرا قول اختیار کرنا یہ بھی تلفیق کی ایک صورت ہے۔

مثلاً وہ عورت جو حاملہ ہو اس کا خاوند اگر فوت ہو جائے تو اس کی عدت کے بارے میں علماء کے دو اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ جوں ہی وضع حمل ہو جائے یعنی بچہ جن لے اس کی عدت ختم ہو جائیگی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کی عدّت ابعد الاجلین ہو گی یعنی وضع حمل اگر جلدی ہو جائے تو چار ماہ دس دن ہو گی۔ اور اگر چار ماہ دس دن پہلے گزر جائیں تو پھر بچہ جننے تک انتظار کرے گی اور اس کے بعد اس کی عدت مکمل ہو گی۔ اب اگر کوئی یہاں پر ان دونوں اقوال کے علاوہ کوئی تیسرا قول اختیار کرے گا تو مندرجہ بالا تعریف کے مطابق وہ بھی تلفیق ہو گی۔ چونکہ مندرجہ بالا تعریف کی وجہ سے تلفیق میں یہ صورت بھی داخل ہو رہی ہے جو کہ درحقیقت تلفیق نہیں بلکہ احداث قول ثالث ہے یعنی ایک تیسرے قول کو وجود دینا جس کا کوئی مجتہد قائل نہ ہو۔ لہذا یہ تعریف مانع نہیں۔ اس وجہ سے الموسوعۃ الفقہیہ والے نے جو تعریف کی وہ زیادہ صحیح ہے۔

تلفیق کا محل

تلفیق کا محل اجتہادی مسائل ہیں جیسے کہ تقلید اجتہادی مسائل میں ہوتی ہے اور چونکہ تلفیق تقلید کی صورت میں ہوتی ہے اس وجہ سے جہاں تقلید ہوگی وہاں پر تلفیق کا تصور ممکن ہے۔ جہاں عقائد وایسے احکام کا تعلق ہے جس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اور اس کا منکر کافر ہے تو وہاں پر تلفیق کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

اس ساری تفصیل سے واضح ہو رہا ہے کہ:

۱۔ تلفیق وہاں ہوگی جہاں تقلید ہو پس اس کا مجال دائرہ اجتہاد کے اندر ہے لہذا قطعی اور بدیہی شرعی احکام وعقائد میں تلفیق کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

۲۔ اگر مقلد دو مختلف مسالک کے مجتہدین کے اقوال پر بیک وقت نہیں بلکہ یکے بعد دیگرے ہر قول پر عمل کرتا ہے تو یہ صورت تلفیق کے تحت نہیں آتی بلکہ یہ پہلے والے عمل سے رجوع ہے۔

۳۔ اسی طرح اگر دو مختلف واقعات ومختلف مسائل میں دو مختلف اقوال پر عمل کیا تو یہ بھی تلفیق نہیں کہلائے گی مثلاً وضوء میں کسی مسئلے میں شوافع کے قول پر عمل کیا اور نماز میں کسی مسئلہ میں مالکیہ یا حنابلہ کے قول پر عمل کیا۔

تلفیق کی اصطلاح کا وجود

حضور اکرم ﷺ، صحابہ کرامؓ اور تابعین کے دور تک تلفیق کی اصطلاح کا کوئی وجود نہیں تھا کیونکہ حضور ﷺ کے زمانے میں خود وحی کا نزول ہو رہا تھا اور اور تلفیق کی نہ ضرورت تھی اور نہ تصور تھا۔ عہد نبوی ﷺ کے بعد علماء، فقہاء وقضاۃ اجتہادی مسائل بارے احکام صادر کرتے تھے۔ یہ معاملہ یوں ہی چلتا رہا یہاں تک کہ فقہی تدوین کا معاملہ مکمل ہو گیا اور فقہی مسالک (حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ وغیرہ) مدون ہو کر سامنے آ گئے۔ چوتھی صدی ہجری کے اواخر اور پانچویں صدی ہجری کی ابتداء میں یہ اصطلاح سامنے آئی لہذا علماء نے اس موضوع پر قلم اٹھایا۔[6]

تلفیق اور قول جدید

تلفیق اور کسی ایک مسئلہ میں کسی ایسے قول کو اختیار کرنا جس کا کوئی بھی مجتہد قائل نہ ہو یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں ان کی وضاحت گزر چکی ہے۔

قول جدید

قول جدید کا قائل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ متقدمین مجتہدین نے کسی مسئلے میں اختلاف کیا اور کچھ آراء اختیار کیں اب ان آراء کے علاوہ کسی اور رائے کا قائل ہونا مثلاً اگر ایک مسئلے میں شوافع کی ایک رائے ہے اور احناف کی دوسری رائے ہو تو اب بعد کے زمانے میں کوئی ایک تیسری رائے کا قائل ہو جائے۔ جو سابقہ دونوں آراء سے ہٹ کر ہو۔

قول جدید کا حکم

قول جدید کے بارے درجہ ذیل دو اقوال ہیں۔

پہلا قول

پہلا قول یہ ہے کہ جب متقدمین مجتہدین نے کسی مسئلے میں اختلاف کیا اور کچھ اقوال اختیار کئے اب ان اقوال کے علاوہ کسی قول کو اور مسلک اختیار کرنا جائز نہیں۔ مثلاً اگر ایک مسئلے میں شوافع کی ایک رائے ہے اور احناف کی رائے اس کے بر خلاف ہو تو اب بعد کے زمانے میں کوئی اجتہاد کر کے کسی ایسی رائے کو اختیار کرے جس کا پہلے دونوں قائل نہیں تو یہ جائز نہیں۔ یہ اکثر محققین کا مسلک ہے[7]۔

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ جب مجتہدین نے ایک مسئلے میں کچھ اقوال کو اختیار کر لیا اور ان اقوال سے باہر نہیں گئے تو اس کا مطلب ہے کہ ان کا اجماع ہے کہ حق انہیں اقوال میں ہے۔ اور ان سے باہر نہیں۔ اور اگر ان اقوال کے علاوہ کسی اور قول کو وجود دیا جائے تو اس کا مطلب ہے کہ امت گمراہی پر مجتمع ہوئی۔ جو کہ محال ہے۔

دوسرا قول

دوسرا قول یہ ہے کہ مجتہدین نے کسی ایک مسئلے میں اگر کچھ اقوال و آراء اختیار کئے ہیں تو ان کے علاوہ کسی اور قول کو اختیار کیا جا سکتا ہے یہ بعض احناف[8] اور علامہ ابن حزم[9] کا قول ہے۔ ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ جب فقہاء نے کسی ایک مسئلے میں اختلاف کیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ انہوں نے اختلاف کا دروازہ کھول دیا اور بتا دیا کہ یہاں اختلاف کی گنجائش موجود ہے لہذا اجتہاد کے نتیجے میں کسی مسئلے میں مجتہدین کی سابقہ آراء کے علاوہ کسی اور رائے کو بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔

تیسرا قول

تیسرے قول میں تفصیل ہے کہ قول جدید کے نتیجے میں سابقہ مجتہدین کی متفقہ آراء کی مخالفت لازم نہ آتی ہو تو اجتہاد کر کے کسی اور رائے کا قائل ہونا جائز ہے جیسا کہ مسئلہ ہے کہ پانچ عیوب جنون، جزام، برص، جب اور رتق کی وجہ سے بعض علماء کے ہاں نکاح فسخ کیا جا سکتا ہے جبکہ بعض دیگر کے ہاں فسخ نہیں کیا جا سکتا لہذا اگر یہ رائے اختیار کی جائے کہ ان میں سے بعض سے فسخ کیا جا سکتا ہے اور بعض سے نہیں تو یہ گویا کہ بعض اسباب میں ایک قول اور بعض دوسرے اسباب میں دوسرے قول کی موافقت ہے نہ کہ مخالفت۔ لہذا اس طرح احداث قول ثالث ہو تو جائز ہے۔ یہ قول علامہ آمدی[10] امام رازی[11] اور دیگر بعض علماء[12] نے اختیار کیا ہے۔

فقہاء کے مسالک کا جائزہ

علماء کی آراء اور دلائل کا تجزیہ کرنے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ بظاہر تیسرا مسلک زیادہ قوی ہے اور ان کی دلیل شریعت کے عمومی مزاج کے زیادہ قریب ہے اور یہی راجح معلوم ہوتی ہے کیونکہ قول ثالث کے احداث میں نہ تو دروازہ

بالکل بند کرنا چاہیے کہ حرج لازم آئے اور نہ ہی یہ دروازہ مکمل کھول دینا چاہئے۔ کہ اس سے شریعت کے نصوص کا ابطال لازم آنے کا خدشہ ہے۔ کیونکہ جس بات کی طرف خیر القرون میں علماء نہیں گئے اس بات کی طرف جانے میں احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ اس کے باوجود تیسرے قول میں بھی توسع سے کام لینا چاہیے۔ کہ اگر معاملات سے متعلق مسئلہ ہو اور مصلحت عامہ کے پیش نظر ایسی صورت حال سامنے آجائے کہ پہلے مذہب کے مطابق اور ان کے دلائل کے پیش نظر احداث قول ثالث یعنی سابقہ آراء سے ہٹ کر اجتہاد کے نتیجے میں کسی اور رائے کو اختیار کرنے کی بھی گنجائش ہونی چاہیے اگرچہ اس سے مجمع علیہا اقوال کی مخالفت لازم آتی ہو۔

مراعاۃ الخلاف

فقہاء کے ہاں تلفیق کے ساتھ مراعاۃ الخلاف کی اصطلاح بھی استعمال ہوتی ہے۔ تاہم مراعاۃ الخلاف الگ اصطلاح ہے۔

ابن عرفہ نے مراعاۃ الخلاف کی تعریف یوں کی ہے:

" اِعمَالُ الّدلِیلِ فِی لازِمِ مدلوله الذّی أُعمِلَفِی نَقِیضه دَلِیلٌاخرُ"[۱۳]۔

"کسی ایسی دلیل کو اپنے مدلول کے لازم میں مؤثر بنانا کہ جس کے نقیض میں کسی اور دلیل کے مدلول کو مؤثر بنایا گیا ہو"۔

وضاحت

حدیث میں نکاح شغار (جس میں ایک عورت سے حق استمتاع کو دوسرے عورت کا حق مہر بنایا جاتا ہے) سے منع کیا گیا ہے جس کی بناء پر امام مالکؒ[14] کے ہاں نکاح شغار حرام ہے۔ تاہم ان کا فتویٰ یہ ہے کہ نکاح تو حرام ہے لیکن اگر نکاح شغار کرنے کے بعد زوجین میں سے کوئی فوت ہو جائے تو ایک دوسرے کا وارث بنے گا۔ اور اس میں انہوں نے امام صاحب کی دلیل کے لازم پر عمل کیا ہے۔ امام صاحب کی دلیل " فانکحوا ماطاب لکم من النساء " ہے۔ اس بناء پر امام ابو حنیفہؒ[15] نکاح شغار کے جواز کے قائل ہیں۔ ان کی اس دلیل کا لازم یہ ہے کہ زوجین میں سے اگر کوئی ایک فوت ہو جائے تو دوسرا اس کا وارث بن جائے گا۔ پس امام مالک نے ان کیلئے ارث ثابت کیا حالانکہ وہ نکاح شغار کے فاسد ہونے کے قائل ہیں۔ انہوں نے امام ابو حنیفہ کے دلیل کے لازم پر عمل کیا اور اسی کو مراعاۃ الخلاف کہا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا تعریف اور وضاحت سے یہ معلوم ہوا کہ تلفیق اور مراعاۃ الخلاف الگ الگ ہیں کیونکہ مراعاۃ الخلاف میں ایک دلیل کو دوسرے دلیل پر کسی مصلحت کی وجہ سے ترجیح دینے کا نام ہے نیز مراعاۃ الخلاف مجتہد کا کام ہے جبکہ تلفیق وہ کرے گا جو تقلید کرے گا جو کہ عموماً عامی غیر مجتہد کرے گا

تتبع الرخص

تلفیق کی وضاحت اور تعریف پہلے گزر چکی ہے۔ اب یہاں تتبع الرخص کی وضاحت کی جاتی ہے جس سے تلفیق اور تتبع الرخص کے درمیان فرق واضح ہو جائے۔

الرخصہ

لغوی تعریف

"رخُص" سے ہے۔ آسانی اور سہولت کو کہتے ہیں[16]۔

اصطلاحی تعریف

"الرخصہ" کی مختلف اصطلاحی تعریفیں کی گئی ہیں۔ تاہم جامع تعریف وہ ہے جو علامہ آمدی نے الاحکام میں کی ہے۔

"الرُّخصۃُ مَا شُرِعَ مِنَ الأحکامِ لِعُذرٍ مَعَ قِیَامِ السببِ المُحَرِّمِ"[۱۷]۔

"شرعی احکام میں سے رخصت وہ ہے جو محرم سبب موجود ہونے کے باوجود کسی عذر کی وجہ سے جائز قرار دی گئی ہو۔"

الموافقات میں علامہ شاطبیؒ رخصت کی تعریف یوں کی ہے:

"مَا شُرِعَ لِعُذرٍ شَاقٍّ اِستِثنَاءً مِن اَصلٍ کُلِّیٍّ یَقتَضِی المَنعَ مَعَ الاِقتِصَارِ عَلیٰ مَوضِعِ الحَاجَۃ فِیهِ"[۱۸]۔

"جس کو کسی مشقت والے عذر کی بنا پر کسی کلی اصول سے مستثنا کر کے جائز قرار دیا گیا ہو اور یہ جواز صرف حاجت والے مواقع تک محدود ہو"۔

یعنی کسی عذر کی وجہ سے حکم میں نرمی کی گئی ہو جبکہ اصل حکم کا سبب اسی طرح موجود ہو اور یہ حکم میں نرمی صرف جہاں ضرورت ہو وہیں پر کی گئی ہو۔ اس کی مثالیں جیسا کہ حالت اکراہ میں زبانی کلمہ کفر کہنا اور ضرورت کے وقت حرام مثلاً مردار کھانا۔ پہلی صورت میں عذر اکراہ ہے جبکہ دوسری صورت میں عذر حفظ النفس ہے۔

تتبع الرّخص (رخصتیں تلاش کرنا)

تتبع الرّخص کی صطلاح کا مطلب ہوتا ہے کہ مختلف فقہی مسالک میں سے رخصتیں اور آسانیاں تلاش کرنا کہ ہر مسلک میں سے وہ قول یا مسئلہ اختیار کرے جو آسان ہو[19]۔

علامہ زرکشی نے تتبع الرخص کی یہ تعریف کی ہے "اختیارُ المرء من کلِّ مذهب ما هو الأهون علیه"[۲۰] "آدمی کا فقہی مسالک میں سے آسان حکم اختیار کرنا جو اس کے لیے آسان ہو"

مجلہ الفقہ الاسلامی نے تتبع الرخص کی تعریف یوں کی ہے"ما جاء من الاجتهادات المذهبيّة مبيحًا لأمر في مقابلة اجتهادات أخرى تحظره»[٢١]. "**مختلف مسالک میں وہ اجتہادی مسائل جو کسی معاملے کو جائز قرار دیتی ہیں جبکہ اس کے مقابلہ میں کچھ دوسری اجتہادات اس کو ناجائز قرار دیتی ہیں۔**

اس تعریف سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ چاہے وہ آسانیاں تلاش کرنا عذر کی وجہ سے ہو یا بغیر عذر کے ہو دونوں صورتوں میں یہ تتبع الرخص ہی شمار ہوگا۔

تلفیق اور تتبع الرخص میں فرق

مندرجہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ **تلفیق اور تتبع الرخص** (یعنی رخصتوں کو تلاش کرنا) کبھی ایک دوسرے کے ساتھ جمع ہوتے ہیں اور کبھی ہر ایک الگ بھی ہوتا ہے اسی لیئے بعض علماء نے تلفیق اور تتبع الرخص کو ایک شمار کیا ہے۔تاہم اس کی وضاحت درج ذیل ہے۔

ا۔اگر تلفیق والی صورت وجود میں آجائے لیکن اس میں مقصد اور نیت آسانیوں کی تلاش نہ ہو اور نہ ہی اتباع ہواء ہو تو یہ تلفیق ہوگی اور تتبع الرخص نہیں کہلائے گا۔

۲۔اگر مختلف مسالک فقہیہ میں اقوال لیکر ان پر عمل کیا جائے اور وہ ایک ہی مسئلہ میں نہ ہوں تو یہ تتبع الرخص ہوگا۔تلفیق نہ ہوگی۔

۳۔ کبھی تلفیق اور تتبع الرخص دونوں بیک وقت پائے جائیں گے۔ جیسے تلفیق والی صورت وجود میں آجائے اور اس میں نیت اور مقصد اتباع ہواء ہو اور محض آسانیوں کی تلاش ہو۔پس تلفیق اور تتبع الرخص میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے ایک مادہ اجتماعی ہے اور دو مادہ افتراقی ہیں۔

تلفیق بین المسالک کا شرعی حکم

اس سلسلے میں فقہاء کے درج ذیل اقوال ہیں:

پہلا قول:

پہلا قول یہ ہے کہ یہ مطلقاً جائز نہیں۔ علامہ حصکفیؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے [22]۔اسی طرح ابن حجر ہیثمیؒ نے تلفیق کے بطلان پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے [23]۔

پہلے قول کے دلائل

ا۔ان حضرات کی پہلی دلیل یہ ہے کہ تلفیق کو اگر جائز قرار دیا جائے تو اس میں مقاصد شریعت کی مخالفت لازم آئی گی۔اور تکلیف (کسی کو کسی کام کا پابند بنانا) کا معنٰی جو شریعت میں مقصود ہے ختم ہو جائے گا۔اور اتباع نفس کا دروازہ کھل جائے

گا۔ اور جو چیز مؤدی الی محظور ہو وہ خود محظور ہوتی ہے۔ یعنی جو عمل کسی ناجائز کام کا سبب بنے تو وہ عمل بذات خود جائز ہونے کے باوجود ناجائز تصور ہو گا۔

۲۔ یہ معروف قاعدہ ہے کہ اللہ کے ہاں تمام اقوال میں سے حق ایک ہے اگر ایک ہی مسئلہ میں میں مختلف اقوال پر بیک وقت عمل کریگا تو یہ لازم آئے گا کہ ہر مجتہد مصیب ہے جبکہ ایسا نہیں۔

۳۔ تلفیق کے نتیجے میں حرام چیز جائز کر کے اس پر عمل شروع کرے گا۔ مثلا بالغہ عاقلہ لڑکی سے بغیر ولی کے اور بغیر گواہوں کے شادی کرے گا کہ پہلے میں امام ابو حنیفہؒ کی پیروی اور دوسرے میں امام مالکؒ کی پیروی کریگا۔

دوسرا قول

دوسرا قول یہ ہے کہ تلفیق مطلقا جائز ہے۔ یعنی اس کے جواز کیلئے کوئی شرط نہیں۔ یہ قول علامہ دسوقیؒ[24] نے بعض مالکیہ سے نقل کیا اور اس کو ترجیح دی ہے۔

دوسرے قول کے دلائل

۱۔ قرآن وسنت میں ایسی کوئی نص موجود نہیں جو تلفیق کے عدم جواز کی صراحت کرتی ہو اور نہ ہی کسی صحابی کا کوئی قول موجود ہے۔ جبکہ صحابہ کرامؓ کی فقہی آراء میں اختلاف کے باوجود لوگ مختلف صحابہ کرامؓ کے فتووں پر عمل کرتے تھے اور تلفیق کے عدم جواز کا کسی نے نہیں کہا۔

۲۔ تلفیق تقلید سے لازم آتی ہے۔ لہذا جہاں تقلید کا جواز ہو گا وہاں تلفیق بھی جائز ہو گی اور تلفیق کے ممنوع قرار دینے میں حرج لازم آتا ہے خاص کر ان عوام پر جن کے بارے میں یہ بات معروف ہے کہ ان کا کوئی مسلک نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کا مسلک ان کے مفتی کا مسلک ہے۔

تیسرا قول

تلفیق کے بارے میں تیسرا قول یہ ہے کہ تلفیق بعض شروط اور قیود کے ساتھ جائز ہے۔ پھر ان حضرات میں سے بعض نے ایک شرط رکھی تو بعض نے دوسری شرط رکھی۔ ان شروط کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ تلفیق جائز ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس میں عمداً اور قصداً تتبع الرخص یعنی آسانیوں کی تلاش کی نیت نہ ہو یہ شرط شیخ الرحیبانی[25] نے لگائی ہے۔

۲۔ تلفیق کے جواز کیلئے یہ شرط ہے کہ اس سے اجماع کی مخالفت لازم نہ آئے[26]۔

۳۔ اگر مقلد کسی مسئلے میں کسی امام کی تقلید کرے اس کیلئے پھر اس مسئلے میں اس عمل سے رجوع جائز نہیں۔ مثلاً اگر ایک آدمی نے امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق بغیر ولی کے نکاح کر لیا اب اگر اس نے اس بیوی کو تین طلاقیں دیں تو طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ اور اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ یہ کہے کہ امام شافعیؒ کے ہاں چونکہ نکاح نہیں ہوا تھا لہذا طلاق بھی

نہیں ہوئی لہذا حرمت مغلظہ ثابت نہیں ہوئی کیونکہ جب وہ ایک مسئلے میں ایک امام کی پیروی کر چکا ہے تو پھر اس سے رجوع جائز نہیں۔ یہ قید علامہ ابن الہمام، ابن امیر الحاج[27] اور امیر باد شاہ[28] نے ذکر کی ہے۔

۴۔ تلفیق کے جواز کیلئے ایک شرط یہ بھی لگائی گئی ہے کہ اس سے کسی مسلمان حاکم کے حکم کی مخالفت لازم نہ آتی ہو کیونکہ قاضی کا حکم رافع الخلاف ہے[29]۔ یعنی اختلاف کی صورت میں حاکم اگر کسی ایک قول پر فیصلہ دے دے تو اس قول پر عمل لازمی ہو گا۔

تیسرے قول کے دلائل

ان حضرات کے دلائل وہی ہیں جو مطلق مانعین جواز التلفیق کے اوپر بیان ہوئے۔ تاہم ان حضرات نے جو اضافی شروط لگائی ہیں شریعت کے مقاصد اور دیگر نصوص کو سامنے رکھ کر لگائی ہیں۔

تلفیق بین المسالک میں آراء کا تجزیہ

مندرجہ بالا آراء اور دلائل کا تجزیہ کرنے کے بعد یہ بات سامنے آئی ہے کہ تلفیق عام حالات میں جائز نہیں ہے۔ کیونکہ حکم ملفق دونوں ائمہ کے ہاں ناجائز ٹھہرتا ہے اور اگر حکم ملفق کے جواز کا فتویٰ دیا جائے تو بہت ساری ناجائز چیزیں جائز ہو جائیں گی اور خواہشات کی اتباع کا دروازہ کھل جائے گا کہ ایک دن ایک حکم پر عمل کیا اور اگلے دن اپنی آسانی کیلئے اسی مسئلے میں کسی دوسرے امام کے فتویٰ پر عمل کیا جس سے پہلے فتویٰ کا ابطال لازم آیا۔ تاہم اگر معاملات میں مثلاً بیع و شراء اور مناکحات میں جہاں شریعت نے عوام کی مصلحت کا لحاظ رکھا ہے تو وہاں پر بوقت ضرورت بقدر ضرورت تلفیق کی گنجائش معلوم ہوتی ہے تاہم اس میں بھی ان شرائط کا لحاظ رکھا جانا ضروری ہے جو کہ اوپر بیان ہوئیں۔

تتبع الرخص کا شرعی حکم

بغیر کسی عذر کے رخصتوں کو تلاش کرنا صرف اتباع ہواء نفس ہے اور یہ اکثر اصولیین کے ہاں ناجائز ہے کیونکہ ایسا شخص شریعت کی نہیں بلکہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے۔ علامہ ابن حزم[30] اور علامہ ابن عبد البر[31] نے اس کے ناجائز ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ چنانچہ علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں "لَوْ أَخَذْتَ بِرُخْصَةِ كُلِّ عَالِمٍ اجْتَمَعَ فِيكَ الشَّرُّ كُلُّهُ[32]" اگر تو نے ہر عالم کے (رخصت والے) قول پر عمل کیا تو تجھ میں سارا شر جمع ہو گیا" اور علامہ ذہبی فرماتے ہیں مَنْ أَخَذَ بِنَوَادِرِ الْعُلَمَاءِ، خَرَجَ مِنَ لِإِسْلَامِ[33]" کہ جس نے علما کے نادر اقوال پر عمل کیا وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔"

تاہم ان اقوال کو سامنے رکھ کر اور موجودہ حالات اور معاشرے کی ضرورت سامنے رکھ کر تتبع الرخص یعنی رخصتیں تلاش کرنے کے سلسلے میں درذیل اصولوں کو سامنے رکھنا چاہیے۔

۱. جس قول پر عمل کیا جا رہا ہو وہ معتبر قول ہو اور نادر اقوال میں شمار نہ ہوتا ہو۔

۲. اگر معاشرے کی عمومی ضرورت ہو تو دفع مشقت کے اصول کو سامنے رکھتے ہوئے رخصت کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔

۳. رخصت کا فتوی دینے والا اس مسئلے میں اجتہاد ہو کا اہل ہو

۴. رخصت پر عمل کرنے سے تلفیق وہ ممنوع لازم نہ آتی ہو جو اوپر بیان ہوئی۔

نتائج بحث

۱. تلفیق کا محل اجتہادی مسائل ہیں جیسے کہ تقلید اجتہادی مسائل میں ہوتی ہے اور چونکہ تلفیق تقلید کی صورت میں ہوتی سے اس وجہ سے جہاں تقلید ہو گی وہاں پر تلفیق کا تصور ممکن ہے۔

۲. اگر دو مختلف واقعات و مختلف مسائل میں دو مختلف اقوال پر عمل کیا تو یہ بھی تلفیق نہیں کہلائے گی مثلاً وضوء میں کسی مسئلے میں شوافع کے قول پر عمل کیا اور نماز میں کسی مسئلہ میں مالکیہ یا حنابلہ کے قول پر عمل کیا بلکہ رخصتیں تلاش کرنے کے ضمن میں آئیگی۔

۳. تلفیق اور مراعاۃ الخلاف الگ الگ ہیں کیونکہ مراعاۃ الخلاف میں ایک دلیل کو دوسرے دلیل پر کسی مصلحت کی وجہ سے ترجیح دینے کا نام ہے نیز مراعاۃ الخلاف مجتہد کا کام ہے جبکہ تلفیق وہ کرے گا جس کے لیے تقلید لازم جو کہ عموماً عامی کرے گا۔ تلفیق عام حالات میں جائز نہیں ہے۔ کیونکہ حکم ملفق دونوں ائمہ کے ہاں ناجائز ٹھہرتا ہے۔

۴. تاہم اگر معاملات میں مثلاً بیع و شراء اور مناکحات میں جہاں شریعت نے عوام کی مصلحت کا لحاظ رکھا ہے تو وہاں پر بوقت ضرورت بقدر ضرورت تلفیق کی گنجائش معلوم ہوتی ہے

۵. احداث قول ثالث یعنی متقدمین مجتہدین کی آراء سے ہٹ کر کسی مسئلے میں نیا اجتہاد کرنا اور ایک نئی رائے اختیار کرنے میں نہ تو دروازہ بالکل بند کرنا چاہیے کہ حرج لازم آئے اور نہ ہی یہ دروازہ مکمل کھول دینا چاہئے۔ کہ اس سے شریعت کے نصوص کا ابطال لازم آنے کا خدشہ ہے۔ کیونکہ جس بات کی طرف خیر القرون میں علماء نہیں گئے اس بات کی طرف جانے میں احتیاط سے کام لینا چاہیے۔

۶. البتہ اگر معاملات سے متعلق مسئلہ ہو اور مصلحت عامہ کے پیش نظر ایسی صورت حال سامنے آجائے کہ پہلے مذ ہب کے مطابق اوران کے دلائل کے پیش نظر احداث قول ثالث یعنی سابقہ آراء س ہٹ کر اجتہاد کے نتیجے میں کسی اور رائے کو اختیار کرنے کی بھی گنجائش ہونی چاہیے اگرچہ اس سے مجمع علیہا اقوال کی مخالفت لازم آتی ہو۔

۷. کبھی ایک ہی مسئلہ میں تلفیق اور تتبع الرخص (یعنی رخصتوں کو تلاش کرنا) کبھی ایک دوسرے کے ساتھ جمع ہوتے ہیں اور کبھی ہر ایک الگ بھی ہوتا ہے اسی لیئے بعض علماء نے تلفیق اور تتبع الرخص کو ایک شمار کیا ہے۔

۸. بغیر کسی عذر کے رخصتوں کو تلاش کرنا صرف اتباع ہواء نفس ہے اور یہ اکثر اصولیین کے ہاں ناجائز ہے کیونکہ ایسا شخص شریعت کی نہیں بلکہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے

حواشی وحوالہ جات

[1] ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد، (المتوفی ۶۲۰ھ)، روضۃ الناظر وجنۃ المناظر، مؤسسۃ الریان للطباعۃ والنشر والتوزیع، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۲۳ھ۔۲۰۰۲ء، ۲۵۳،۲۵۲:۱۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔المالکی، محمد بن احمد، (المتوفی ۱۲۹۹ھ)، فتح العلی المالک، دار المعرفۃ، ۶۰:۱---- ابن عابدین، محمد امین، رد المحتار علی الدر المختار، ۷۷:۱

[2] الانبیاء ۷:۲۱

Al Ambiya 21:7

[3] الفیروز آبادی، محمد بن یعقوب، (المتوفی ۸۱۷ھ)، القاموس المحیط، مادہ لفق

[4] الزحیلی، وہبہ، الاخذ بالرخص الشرعیہ واحکامہ، مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی، مجمع الفقہ الإسلامی جدہ، العدد الثامن، ۳۳:۱

[5] وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، ۲۹۴:۱۳

[6] امینی، محمد تقی (م: جنوری ۱۹۹۱)، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، ۱۹۹۱ء، ص: ۴۱، ۵۲

[7] الجوینی، عبد الملک بن عبد اللہ (المتوفی: ۴۷۸ھ)، البرہان فی اصول الفقہ، دار الکتب العلمیۃ بیروت — لبنان، الطبعۃ الأولی ۱۴۱۸ھ - ۱۹۹۷: ۷۳

[8] اللکنوی، محمد بن نظام، (المتوفی ۱۱۱۱ھ)، فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، دار الکتب العلمیہ۔ بیروت، لبنان، ۲۸۶:۲

[9] :ابن حزم، علي بن أحمد (المتوفی: ۴۵۶ھ)، الإحکام في أصول الأحکام, دار الآفاق الجدیدۃ، بیروت، ۴: ۱۵۵

[10] الآمدي، أبو الحسن علي بن أبي علي (المتوفی: ۶۳۱ھ)، الإحکام في أصول الأحکام, المکتب الإسلامی، بیروت - دمشق - لبنان، ۲۶۹:۱

[11] الرازی، محمد بن عمر (المتوفی ۶۰۶ھ) المحصول: مؤسسۃ الرسالۃ الطبعۃ: الثالثۃ، ۱۴۱۸ھ - ۱۹۹۷م، ۲۲۸:۴

[12] نجم الدین الطوفي، سلیمان بن عبد القوي (المتوفی: ۷۱۶ھ)، شرح مختصر الروضہ، مؤسسۃ الرسالۃ، الأولی، ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۷م، ۸۸:۳

[13] الانصاری، محمد بن قاسم، (المتوفی ۸۹۴ھ) الہدایۃ الکافیۃ الشافیۃ لبیان حقائق الامام ابن عرفۃ الوافیۃ، المکتبۃ العلمیہ، طبع اول، ۱۳۵۰ھ ص: ۱۷۷۔

[14] ابن رشد الحفید، محمد بن احمد، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، ۸۰:۳

[15] ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم،، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ۱۶۷:۳

16 الحموی، احمد بن محمد (المتوفی ۷۷۰ھ)، المصباح المنیر في غریب الشرح الکبیر، مادہ رخ ص

17 الامدی، أبوالحسن علي بن أبي علي (المتوفی: ۶۳۱ھ)، الاحکام فی اصول الاحکام، ۱: ۱۳۲

18 الشاطبی، إبراھیم بن موسی (المتوفی: ۷۹۰ھ)، الموافقات: دار ابن عفان، الطبعۃ: الطبعۃ الأولی ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷م، ۱: ۴۶۶

19 الزحیلی، وہبہ، الاخذ بالرخص الشرعیہ واحکامہ، مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی، مجمع الفقہ الاسلامی جدہ، العدد الثامن، ۳۱: ۱

(20) الزرکشی، بدرالدین محمد بن عبداللہ (المتوفی: ۷۹۴ھ)، البحر المحیط في أصول الفقہ دار الکتبي الطبعۃ: الأولی، ۱۴۱۴ھ - ۱۹۹۴م، ۳۸۱: ۴

(21) قرارات وتوصیات مجمع الفقہ الإسلامي الدولي: (159-160)، قرار رقم (70).

22 ابن عابدین، محمد امین، ردّ المحتار، ۱: ۷۵

23 ابن حجر ہیتمی، احمد بن محمد، (المتوفی ۹۷۴ھ)، الفتاویٰ الفقہیہ الکبریٰ، المکتبہ الاسلامیہ، ۳: ۳۳۰

24 الدسوقی، محمد بن احمد، (۱۲۳۰ھ)، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، ۱: ۲۰

25 الرحیبانی، مصطفی بن سعد، (المتوفی ۱۲۴۳ھ)، مطالباولیالنہیفیشرحغایۃالمنتہی، ۳۹۱: ۱

26 الشاطبی، إبراھیم بن موسی (المتوفی: ۷۹۰ھ)، الموافقات، ۱۰۳: ۵

27 ابن امیر الحاج، محمد محمد، (المتوفی ۸۷۹ھ) التقریر والتحبیر، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ: الثانیۃ، ۱۴۰۳ھ --- ۱۹۸۳ء، ۳۵۰: ۳

28 ابن عابدین، محمد امین بن عمر، (المتوفی ۱۲۲۵ھ) العقود الدریۃ فیتنقیحالفتاویٰالحامدیۃ، دار المعرفۃ، ۲۵۳: ۴

29 الزحیلی، وہبہ، الاخذ بالرخص الشرعیہ واحکامہ، مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی، مجمع الفقہ الاسلامی جدہ، العدد الثامن، ۱: ۳۷

30 ابن حزم، علي بن أحمد، (المتوفی: ۴۵۶ھ)، مراتب الاجماع، دار الکتب العلمیۃ — بیروت، ص: ۱۷۵

31 القرطبی، یوسف بن عبداللہ، (المتوفی ۴۶۳ھ)، جامعبیانالعلموفضلہ، دار ابنالجوزی، المملکۃالعربیۃالسعودیۃ، الطبعۃ: الأولی، ۱۴۱۴ھ - ۱۹۹۴م، ۲: ۹۲۷

32 محولہ بالا

33 الذھبي، محمد بن أحمد بن (المتوفی: ۷۴۸ھ)، سیر أعلام النبلاء (ت: مجموعۃ من المحققین بإشراف الشیخ شعیب الأرناؤوط)، مؤسسۃ الرسالۃ الثالثۃ، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵م، ۱۲۵: ۷